الحدیث والسنۃ

عزیز زبیدی ۔ واربرٹن

خود کاشت سے وافر زمین کاشت پر دی جا سکتی ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ علیہ وسلم اَقْطَعَ لِلزُّبَیْرِ حُضْرَ فَرَسِہٖ فَاَجْرٰی فَرَسَہٗ حَتّٰی قَامَ ثُمَّ رَمٰی بِسَوْطِہٖ فَقَالَ اَعْطُوْہُ مِنْ حَیْثُ بَلَغَ السَّوْطُ

(رواہ ابوداؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفیٔ، باب اقطاع الارضین وفیہ عبد اللہ بن عمر بن حفص وفیہ مقال)

حضرت زبیرؓ کو جاگیر عطا کی۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبیرؓ کو جاگیر عطا کی۔ جہاں تک اس کا گھوڑا دوڑ سکے، چنانچہ انھوں نے گھوڑا دوڑایا، یہاں تک کہ وہ جا کر کھڑا ہو گیا، اور رک کر انھوں نے اپنا ہنٹر چلا کر پھینکا، اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جہاں تک ان کا کوڑا پہنچا ہے وہاں تک اسے دو۔

گو اس کا ایک راوی متکلم فیہ ہے لیکن دوسرے شواہد سے اس کی تائید ہو جاتی ہے، جیسا کہ عنقریب آپ ملاحظہ فرمائیں گے، بہر حال اس وسیع اور عریض جاگیر کے عطیہ سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ زمین کے اتنے بڑے رقبے کی آبادی کسی فردِ واحد کے بس کا روگ نہیں ہو سکتی۔ لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ دوسرے کو حصے پر دے کر ہی اس کو قابلِ کاشت رکھ سکیں گے۔ فھو المدعیٰ۔

فَقُتِلَ الزُّبَیْرُ وَلَمْ یَدَعْ دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا اِلَّا اَرْضِیْنَ مِنْھَا الْغَابَۃُ وَاِحْدٰی عَشْرَۃَ دَارًا بِالْمَدِیْنَۃِ وَدَارَیْنِ بِالْبَصْرَۃِ وَدَارًا بِالْکُوْفَۃِ وَدَارًا بِمِصْرَ ...... وَکَانَ الزُّبَیْرُ اشْتَرَی الْغَابَۃَ بِسَبْعِیْنَ وَمِائَۃَ اَلْفٍ (رواہ البخاری باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وولاۃ الامر، کتاب فرض الخمس)

حضرت زبیرؓ شہید ہو گئے، اور کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا، سوائے زمینوں کے، ان میں سے غابہ کی زمین تھی، مدینہ (منورہ) میں گیارہ، بصرہ میں دو، کوفہ میں ایک اور مصر میں ایک مکان تھا...... حضرت زبیرؓ نے غابہ ایک لاکھ ستر ہزار کے عوض خریدا تھا" (بخاری)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت زبیرؓ کی جو زمینیں تھیں، غابہ کی زمین ان میں سے ایک

تھی۔ پھر مکانوں کی اتنی بھرمار، ظاہر ہے، سب ہی ایک ساتھ ان کے لیے رہنا ناممکن تھا۔ آخر یہ سب چیزیں کاشت اور کرایہ پر دی ہوں گی۔ زمینوں اور مال و جائداد کا یہ عالم تمام صحابہؓ اور خلفاء کے سامنے تھا، لیکن للچائی ہوئی نگاہ کسی کی بھی اس کی طرف نہیں اٹھتی تھی۔ غابہ کی زمین کا جو رقبہ حضرت زبیرؓ کے پاس تھا، اس کے کئی حصے تھے، حضرت زبیرؓ پر حضرت عبداللہ بن جعفر کا چار لاکھ کا قرضہ تھا۔ انھوں نے کہا کہ اس کے عوض زمین کا ایک قطعہ الگ کر دو، ان سے کہا گیا کہ یہاں سے لے کر وہاں تک آپ کا، اس کے بعد باقی ۴½ حصے ایک ایک لاکھ کو فروخت ہوئے

قال فاقطعوا الى قطعة فقال عبد الله لك من ههنا الى ههنا ...... وبقى منها اربعة اسهم ونصف، فقدم على معاوية وعنده عمرو بن عثمان والمنذر بن الزبير وابن زمعة فقال له معاوية كم قومت الغابة قال كل سهم مائة الف قال كم بقى قال اربعة اسهم ونصف

(رواه البخاری باب مذکور)

غور فرمائیے! یہ وہ زمین تھی جس کے حضرت زبیرؓ تنہا مالک تھے، وہ ٹریکٹر کا مشینی دور بھی نہ تھا۔ کیا اتنی بڑی زمین وہ خود کاشت کرتے ہوں گے یا حصے پر دے کر کام چلاتے ہوں گے؟ خود اندازہ فرمالیں۔ یہ باتیں عظیم صحابہ کی موجودگی کی ہیں۔

عن علقمة بن وائل يحدث عن ابيه ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم: قَطَعَهُ اَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ قَالَ مَحْمُوْدٌ وثنا النظر عن شعبة وَزَادَ فِيْهِ: بَعَثَ مَعَهُ مُعَاوِيَةَ لِيُقْطِعَهَا اياه (رواه الترمذى وقال: هذا حديث حسن صحيح)

حضرت وائلؓ کو بھی عطا فرمائی۔ "حضرت علقمہؒ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضر موت میں ان کو ایک جاگیر عطا فرمائی تھی اور حضرت معاویہؓ کو اس کا قبضہ دلانے کے لیے ان کے ہمراہ کر دیا تھا۔"

اتنی بڑی زمین بہر حال خود کاشت کرنے سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے دوسرے کو کاشت پر دیے بغیر گزارہ مشکل ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ جائز ہوتی تو پھر اتنی بڑی جاگیریں حوالے کرنے کی ضرورت بھی نہ ہوتی۔ امام ترمذی حدیث مذکور کے بعد لکھتے ہیں کہ:

تمام اہل علم حضرات، حضورؐ کے صحابہؓ اور ان کے بعد کے بزرگوں کا اسی حدیث پر عمل ہے، وہ سربراہِ مملکت کے لیے یہ بات جائز تصور کرتے ہیں کہ وہ جس کو مناسب تصور کرے جاگیر عطا کرے۔

والعمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ فی القطائع یرون جائزا ان یقطع الامام لمن رای ذلک (سنن ترمذی)

حضرت ابن عوفؓ اور عمرؓ کو عطا فرمائی - قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ قَالَ: اَقْطَعَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَرْضَ کَذَا وَکَذَا الحدیث (رواہ احمد)

حضرت عُروہؒ فرماتے ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بتایا کہ مجھے اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کو حضورؐ نے فلاں فلاں جاگیر عطا فرمائی تھی۔

حضورؐ نے سمندر سے لے کر قدس کی پہاڑیوں تک (جو مدینہ منورہ کے قریب) کی ساری کانیں اور قابل زراعت زمین تھی حضرت بلالؓ بن حارث مزنی کو عطا کر دی تھی، اور وہ اس قدر وسیع رقبہ تھا کہ حضرت عمرؓ کے عہد تک وہ اسے کاحقہ آباد نہ کر سکے تھے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقطع بلال بن الحارث المزنی معادن القبلیۃ من القدس جلسیّہا وغوریہا وحیث یزرع ولم یعطہ حق مسلم (رواہ ابو داؤد باب اقطاع الارضین)

حضورؐ نے اس کے لیے باقاعدہ دستاویز لکھ کر اس کے حوالے فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما اعطی محمد رسول اللہ بلال بن الحارث المزنی اعطاہ معادن القبلیۃ جلسیھا وغوریھا قال ابن النضر وجرسیھا وذات النصب، ثم اتفقا: وحیث یصلح الزرع من قدس ولم یعط بلال بن الحارث حق مسلم .... زاد ابن النضر: وکتب ابی بن کعب (رواہ ابو داؤد باب اقطاع الارضین)

پہاڑی اور نشیبی اراضی کے وہ سارے رقبے جو سمندر سے مدینہ منورہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ جرس اور نصب کے علاقوں کی ساری زمین ان کے حوالے فرمائی۔ یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اتنا بڑا رقبہ خود کاشت سے کہیں زائد ہے، آخر اس کو آباد کرنے کے لیے ٹھیکے یا حصے پر دینے کے بغیر اور کیا چارۂ کار ہو سکتا ہے؟ شکیب ارسلان کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو طائف میں انگوروں کا ایسا باغ عنایت فرمایا تھا جس میں سہارے کے لیے جو لکڑی لگائی گئی تھی اس کی تعداد دس لاکھ تھی (الارتسامات للارسلان) کیا اتنی بڑی زمین کی آبادی کسی فردِ واحد کے لیے ممکن ہے؟

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عیینہ اور حضرت اقرع

کو لکھ کر جاگیر عطا کی مگر حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر اسے مٹا دیا کہ پہلے چونکہ آپ کمزور تھے، آپ کی تالیف قلب کی جاتی تھی، اب آپ طاقتور ہو گئے ہیں، جاؤ میرے خلاف جو کر سکتے ہو کر گزرو، اگر میں تم پر ترس کروں، اللہ تم پر ترس کرے۔

فلما سمع عمر ما فی الکتاب، تناولہ من ایدیھما، ثم تفل فیہ فمحاہ فتذمرا وقالا لہ مقالۃ سیئۃ فقال: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یتألفکما والاسلام یومئذٍ قلیل وان اللہ قد أعز الاسلام فاذھبا فاجھدا علی جھدکما لا ارعی اللہ علیکما ان ارعیتما (المطالب العالیہ باب الوزراء)

اس کا تعلق مزارعت سے نہیں ہے۔ اس میں صرف اتنی بات بتائی گئی ہے کہ ضرورت نہ رہے تو دینے کی ضرورت نہیں ہے، بات تو یہ ہے کہ جن کو جاگیریں دی گئیں، انھوں نے ساری خود کاشت نہیں کی تھیں اور نہ یہ ممکن تھا بلکہ دوسروں کو حصے پر دے کر کاشت کراتے اور یہ جائز تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو وجہ بیان فرمائی ہے، وہ ان کی ایک رائے ہے جو خود ان کے اپنے تعامل سے مختلف ہے۔ وہ خود دیتے رہے تھے۔

ان عمر بن الخطاب اقطع العقیق اجمع للناس (کتاب الخراج لابی یوسف فصل فی ذکر القطائع)

کنز العمال کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن حسن فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی درخواست پر حضرت عمرؓ نے ان کو ینبع کا علاقہ عطا کیا تھا

عن عبد اللہ بن الحسن: ان علیا سأل عمر الخطاب فاقطعہ ینبع (کنز العمال)

حاجی جانتے ہیں کہ ینبع کا علاقہ بہت بڑا علاقہ ہے۔ اس کی زمین حضرت علیؓ تنہا آباد کریں، مشکل ہے۔

حضرت عمرؓ جن کو زمین عطا کرتے، وہ فارس کی مفتوحہ زمینوں سے دیا کرتے تھے۔

فکان عمر یقطع ھذہ لمن اقطع (کتاب الخراج)

حضرت عمرؓ کا وہ دور تھا جس میں احتیاج اور ضرورت اور تالیف کی وہ بات نہیں تھی، جس کا انھوں نے ذکر کیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک جزوی واقعہ تھا، جس میں کچھ اور موانع ان کے سامنے آ گئے تھے۔

خود حضرت عمرؓ نے ازواجِ مطہرات کو اس کا حق دیا تھا کہ وہ چاہیں تو جاگیر لے سکتی ہیں یا

رتم۔ حضرت عائشہؓ نے زمین پسند کی تھی۔

فَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ فَخَيَّرَ ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَنْ يُّقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَآءِ وَالْاَرْضِ اَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْاَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوُسُوْقَ كَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْاَرْضَ (بخاری)

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے عہد میں پانچ صحابہ کو جاگیریں عطا کی تھیں۔

قال موسی بن طلحۃ: اقطع عثمان لخمسۃ من اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعبد اللہ ولسعد وللزبیر (ولخباب) ولاسامۃ بن زید فکان جاری عبد اللہ وسعد یعطیان ارضھما بالثلث (رواہ عبد الرزاق باب المزارعۃ)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ (بخاری باب المزارعۃ بالشطر)

حضورؐ نے حصے پر زمین دی۔ حضورؐ نے یہود خیبر سے اس کے پھل اور اناج کی پیداوار کے آدھے حصے پر معاملہ کیا۔

خراج مقاسمہ۔ جو بزرگ بٹائی اور حصے پر زمین دینے کے حق میں نہیں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ خیبر کا یہ معاملہ دراصل بٹائی والا معاملہ نہیں ہے۔ خراج مقاسمہ کی بات ہے۔ یعنی سرکار نے پیداوار کا کچھ حصہ مقرر کر کے ان سے سرکاری لگان طے فرمائی ہے اور یہ سب کچھ محض از راہ کرم کیا تھا ورنہ چاہتے تو ساری پیداوار ہی ان سے وصول کر لیتے۔

ومعاملۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اھل خیبر کان خراج مقاسمۃ بطریق المن والصلح (ھدایہ کتاب المزارعۃ ج ۴)

خراج مقاسمہ۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک سالانہ ٹیکس دوسرا پیداوار میں سے کچھ حصہ (زیلعی) احناف کے نزدیک خیبر کا معاملہ مؤخر الذکر کی ایک صورت ہے۔ مگر یہ صورت "قفیز الطحان" کی نہ سہی، تاہم اس کی روح اس میں موجود ہے یا مجہول اور معدوم ہونا — اور اس سے خلاص مشکل ہے۔ الا بحیلۃ۔

ولانہ استیجار ببعض ما یخرج من عملہ فیکون فی معنی قفیز الطحان ولان الاجر مجھول او معدوم وکل ذلک مفسد (ھدایہ ایضاً)

وقال التھانوی فی اعلاء السنن: وتاویلہ بخراج المقاسمۃ ونحوہ لا یخلو من تمحل مستغنی

عن (اعلاء السنن) قال محشیہ: وقول بعض الاحباب انہ محمول علی التبرع من الجانبین لیس من التاویل فی شیء بل ہو کتحریف الکلام لا یتحملہ نص الحدیث ولا سیاقہ فانظر انتہی۔

زمین اہل خیبر کی ملکیت ہو یا سرکار کی، بہر حال جو معاملہ طے ہوا ہے وہ پیداوار کی بٹائی کی بنیاد پر ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ بٹائی پر دینا جائز ہے۔ جن روایات میں "مزارعت" کی منع آئی ہے، وہ مجمل ہیں یا مفصل ہیں، جو مجمل ہیں وہ مفصل کے آئینے میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مفصل روایات میں "حصے" کے ساتھ کہیں زمین کے ایک مخصوص حصے کی پیداوار کی شرط بھی مذکور ہے کہ حصے کے ساتھ یہ بھی لیں گے، کہیں اپنے لیے زمین کے مخصوص زرخیز حصے کی شرط مذکور ہے۔ بہر حال یہ استثناء مزارع کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ ایسی صورت میں ہم بھی اسے ناجائز کہتے ہیں۔

امام ابن الجوزی منع کی حدیثوں کے جواب میں تین باتیں ذکر کرتے ہیں (۱) بعض وجوہ کی بنا پر ان کے درمیان جھگڑے ہوتے تھے (۲) مالک زمین کا زرخیز حصہ اپنے لیے خاص کر لیتا تھا۔ (۳) یہ نہی نہی تنزیہی ہے، یعنی مروت اسی میں ہے کہ حصے پر دینے کے بجائے بخشش کر دے۔

والجواب من هذین الحدیثین من ثلثة اوجه

الاول: انه انما نهی لاجل خصومات وقعت بینهم ...... والثانی: انهم کانوا یکرون بما یخرج علی الاربعاء وهو جوانب الانهار وما علی الماذیانات وذلك یفسد العقد والثالث انه محمول علی التنزیه (نصب الرایة مختصرا وملخصا)

امام مالکؒ اسے "بیع الطعام بالطعام" سے تعبیر کرتے ہیں لیکن یہ بیع الطعام بالطعام نہیں ہے بلکہ ایک طرف محنت ہے، دوسری طرف زمین ہے۔

شوافع کے نزدیک اہل خیبر سرکار کے غلام تھے۔ زمین سے جو پیدا ہوا اور اس میں سے جو ان کو دیا گیا، سب سرکار کا تھا۔ گویا کہ ان کے نزدیک جو بات طے ہوئی وہ "معاملے" کی صورت نہیں تھی۔ مگر روایات کے الفاظ اس کے متحمل نہیں ہیں۔ غلاموں سے معاملہ نہیں کیا جاتا، ان سے مناسب، خدمات لی جاتی ہیں اور ان کے مناسب مصارف کی ذمہ داری قبول کی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات نہیں ہے بلکہ معاہدہ ہے (عامل خیبر بشطر ما یخرج منها وفی روایة: ان یکفوا عملها ولهم نصف الثمر (بخاری) اگر وہ غلام ہوتے تو ان کو جلا وطن نہ کیا جاتا۔

حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی زمین بٹائی پر دیا کرتے تھے۔

عن ابی جعفر عن النبی صلی الله انه اعطی خیبر بالنصف قال فکان ابوبکر وعمر وعثمان

یعطون ارضھم بالثلث (کتاب الخراج)

نجی زمینیں بھی بٹائی پر دی گئیں۔ خیبر کا معاملہ، خراج مقاسمہ سہی۔ لیکن نجی اور غیر سرکاری زمینوں کا حضورؐ کے عہد میں بٹائی پر دیا جانا خود اس امر کا ثبوت ہے کہ بٹائی پر زمین دینا بہر حال جائز ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قَالَتِ الْاَنْصَارُ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقْسِمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِیْلَ قَالَ: لَا! فَقَالُوْا تَکْفُوْنَا الْمُؤْنَۃَ وَنُشْرِکُکُمْ فِی الثَّمَرَۃِ فَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (رواہ البخاری کتاب الحرث والمزارعۃ)

انصار نے حضورؐ سے درخواست کی کہ: ہمارے اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں کے درمیان کھجور کے درخت تقسیم کر دیجیے! آپؐ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا (اس پر مہاجرین) نے کہا کہ محنت تم کرو، پھلوں میں ہم تمہیں شریک کر لیں گے۔ انصار نے کہا کہ: اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا۔

مہاجرین کو انصار نے جگہ بھی دی، اور مال میں سے حصہ بھی دیا۔ اب وہ چاہتے تھے کہ مستقل تقسیم ہو جائے۔ اس موقعہ پر مندرجہ بالا گفتگو ہوئی۔ بہر حال نجی زمینوں کو مزارعت پر دینے کی بات حضورؐ کے سامنے ہوئی اور حضورؐ کے سامنے طے ہوئی۔ ظاہر ہے کہ یہ خراج مقاسمہ کی تہمت اور تاویل سے بھی پاک ہے۔ اور یہ سارا معاملہ نجی اراضی کا ہے۔

بلکہ بٹائی کا یہ سلسلہ گھر گھر میں رائج تھا اور حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی موجودگی میں ہوا۔

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِیْنَۃِ اَھْلُ بَیْتِ ھِجْرَۃٍ اِلَّا یَزْرَعُوْنَ عَلَی الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ۔

(بخاری کتاب والمزارعۃ)

یہ معاملہ حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، قاسم، عروہ بھی فرماتے رہے تھے۔

زَارَعَ علی وسعد بن مالک وعبد اللہ بن مسعود وعمر بن عبد العزیز والقاسم والعروۃ (بخاری)

بلکہ حضرت ابو بکرؓ کا پورا خاندان، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا سارا کنبہ مزارعت پر زمینیں دیا کرتے تھے۔

وال ابی بکر وال عمر وال علی (بخاری) قال عمرو بن عثمان: سمعت ابا جعفر محمد بن علی یقول: ال ابی بکر وال عمر وال علی ید فعون ارضیھم بالثلث والربع رواہ عبد الرزاق باب المزارعۃ)

حضرت عبد الرحمٰن بن یزید، حضرت ابن سیرین اور حضرت عمر خود کیا کرتے تھے:

وابن سیرین وقال عبد الرحمن بن الاسود کنت اُشارِکُ عبد الرحمٰن بن یزید فی الزرع وعامل عمر الناس علی ان جاء عمر بالبذر من عنده فله الشطر وان جاءوا بالبذر فلهم کذا (بخاری)

حضرت حسن بصری، حضرت ابراہیم، عطاء، حکم، زہری، قتادہ اور معمر کا بھی یہی نظریہ تھا (بخاری)

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت ابن مسعودؓ بٹائی پر دیا کرتے تھے۔

قال موسیٰ بن طلحة: رأیت سعد بن ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود یعطیان ارضهما بالثلث والربع (کتاب الخراج لابی یوسف)

حضرت عمرؓ نے اہل نجران کو تحریر فرمایا کہ میں نے یعلیٰ کو نصیحت کی ہے کہ وہ مسلمانوں سے اچھا سلوک کرے اور زمین کی پیداوار میں سے نصف عطا کیا کرے۔

کَتَبَ عُمَرُ بْنُ الخطاب اِلٰی اَهْلِ نَجْرَانَ، اِنِّی قد استوصیت بعلی بِمَنْ اَسْلَمَ مِنْکُمْ خیراً وامرته ان یُّعطِیَ نصف ما عمل من الارض (عبد الرزاق)

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ سے یہ شکایت کی کہ فلاں شخص نے زمین لے کر اس کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔ یعنی بٹائی پر کام کرتا ہے، متعلقہ شخص نے جواب دیا کہ نصف پر زمین لی ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

جَاءَ رجل الی علی فوشی برجل فقال انه اخذ ارضا یفع بها کذا وکذا فقال الرجل: اخذتها بالنصف اکری انهارها واصلحها واعمرها فقال علی: لاباس به (عبد الرزاق)

صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ: حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے ابتدائی دور حکومت تک زمینیں ٹھیکے پر دی جاتی تھیں۔

ان ابن عمر کان یکری مزارعه علی عهد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وابی بکر وعمر وعثمان وصدرا من امارة معاویة (بخاری ومسلم)

قد علمت انا کنا نکری مزارعنا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الحدیث (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضورؐ نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ فیاضی اور مروت کی طرف توجہ دلائی تھی۔

قال ابن عباس: ان النبی صلی اللہ علیه وسلم لم ینه عنه ولکن قال ان یمنح احدکم

اخاہ خیر لہ من ان یاخذ شیئاً معلوماً (بخاری)

حضرت زید بن ثابت قسم کھا کر کہتے ہیں کہ: اصل میں حضرت رافع بات نہیں سمجھے، دو شخص لڑ پڑے تو آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر ٹھیکے پر دیا ہی نہ کرو۔ انھوں نے بس ٹھیکے پر دیا نہ کرو سنا۔

یغفر اللہ لرافع بن خدیج انا واللہ اعلم بالحدیث منہ انما اتی رجلان ..... قد اقتتلا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کان ھذا شأنکم فلا تکروا المزارع وزاد مسدد فسمع قولہ: لا تکروا المزارع (رواہ ابوداؤد والطحاوی)

بہرحال خود کاشت سے زیادہ زمین اپنے پاس رکھنا برا نہیں بشرطیکہ اس کو آباد رکھنے کے سامان کر سکے، وہ ٹھیکے پر دے کر یا حصے پر۔ ہاں اگر اسے ویران رکھ چھوڑے تو پھر حکومت کو اس میں مداخلت کرنے کا حق ہوتا ہے جن روایات سے منع معلوم ہوتی ہے، وہ مجمل ہیں اور جو مفصل ہیں ان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ منع کی وجہ زمین کا ضرورت سے زیادہ ہونا نہیں ہے بلکہ مالک زمین اور کاشتکار کا باہمی نزاع ہے یا فریقین میں سے کسی ایک کی زیادتی اور دھاندلی اس کا سبب ہے۔ اگر بالکلیہ ممنوع ہوتی تو پھر حضورؐ کا اپنا تعامل اس کے خلاف نہ ہوتا حالانکہ حضورؐ اور خلفاء اور دوسرے صحابہ و تابعین اپنی اپنی زمینیں ٹھیکے اور حصے پر دیتے رہتے تھے۔ یہ حضورؐ کا آخری طرزِ عمل ہے۔

وھو آخر ما ثبت عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واستمر علیہ الی ان قبضہ اللہ تعالیٰ وعمل بہ الخلفاء الراشدون وجمھور الصحابة والتابعین ولا یجوز حمل حدیث رافع علی ما یخالف ...... الاجماع (اعلاء السنن)

قال ابو یوسف: ولا اعلم احداً من الفقہاء اختلف فی ذلک خلا ھولاء الرھط من اھل الکوفة الذین وصفت لک۔ (کتاب الخراج)

وقت کی اہم ضرورت
قادیانیوں سے پہلا خطاب
فی الفور منگوا کر اپنے حلقہ کے قادیانیوں میں تقسیم کر کے ایک اہم دینی فریضہ پورا کریں
"مرکزی مجلس تحفظ ناموس رسالت" پوسٹ بکس نمبر ۸۳ لائل پور